

مرشیہ: ۱۵

## درحال حضرت امام حسین علیہ السلام

مطلع

محبوب کردگار کا مطلوب کون ہے

تعداد بند: ۱۱۸

وزیر گنج لکھنؤ۔۔۔ ۱۴ صفر ۱۳۶۰ھ

مطابق ۱۵ امارچ ۱۹۴۱ء

۱

محبوب کردار کا مطلوب کون ہے یوسف کو ہے عزیز وہ محبوب کون ہے  
پنا ہے جس کی چشم وہ یعقوب کون ہے صبر و رضا میں افسر ایوب کون ہے  
روشن ہے سب پہ وہ مہر شاہ حسین ہے  
شاهد نماز ہے کہ وہ شاکر حسین ہے

۲

حقا کہ رب کا طالب و مطلوب ہے حسین یوسف بنے غلام وہ محبوب ہے حسین  
صابر رہا جو ذکر میں وہ ایوب ہے حسین روایا نہ جو پرسکو وہ یعقوب ہے حسین  
خوش ہو کے راو خالق اکبر میں سردیا  
اسلام مر پکا تھا اُسے زندہ کر دیا

۳

روح نبی و قلب علیٰ جان فاطمہ نور اللہ، همیشہ شبتان فاطمہ  
احمد کا لال، گوہر دامان فاطمہ چشم رسول اختر تابان فاطمہ  
آنچے جہاں سے قبر میں سونے کے واسطے  
خالی فسائد رہ گیا رونے کے واسطے

۴

کہتے تھے فخر سے یہ شہنشاہ مشرقین طوبی علیٰ ہے اصل ہوں میں، پھل حسن حسین  
غم اس کے درج سے ہے مجھے اور خوشی سے چین احمد کا نور چشم ہے زہرا کا نور حسین  
جس نے اسے تایا پیغمبر کو غم دیا  
مجھ کو الم دیا تو خدا کو الم دیا

۵

اللہ رے وقوت غیظ ہبہ کربلا کی شان حسن و جمال میں شہر خیر الوری کی شان  
رعب و جلال میں اسد کبریا کی شان قرآن کی زیب نور کی صورت خدا کی شان  
آنکھوں نے آئیوں کے جوانہ از پائے ہیں  
قرآن میں میں و صاد نثارے کو آئے ہیں

چہرہ ریاض صعبت پروردگار ہے یہ وہ چن ہے جس پر خزاں میں بھار ہے  
جنت ندا ہے لکھنِ انجمن ثار ہے یوسف کا باغِ حسن نگاہوں میں خار ہے  
اب کس کو روئے یوسفِ مصری عزیز ہے  
شیرینی اور چیزِ نمک اور چیز ہے

رُخار و ڈلِ شہ میں یہ رازِ اللہ ہے حضرت کو اختیارِ سپید و سیاہ ہے  
ابوہالی عید تو رُخ عید گاہ ہے اس امر پر جماعتِ مژگاں گواہ ہے  
موئے مژہ کو فغل قعود و قیام ہے  
نویر نگاہ سبطِ چیبر امام ہے

اللہ رے غبیت وَهُنْ شاہ بحر و بر جسے ضمیرِ صیغہ غائب میں مُشر  
یا جس طرح کہ آیہِ الحمد میں خبرِ سینِ سخن، صفائی دندان سے جلوہ گر  
گویا لیوں نے تازہ مظاہیں بتائے ہیں  
ہاں شرخِ مدھی مصحیحِ اکبر میں آئے ہیں

لو دشت کارزار میں شاوِ انعام آئے مانندِ صحیحِ حضرت سے اہلِ شام آئے  
غلِ تھا جلال میں ہیرِ عالی مقام آئے بہر وغاِ حسینِ علیہ السلام آئے  
نعرہ کیا کہ شیرِ الہی کا لال ہوں  
میداں کو خون سے لال کروں گا کہ آں ہوں

چاہوں تو آپ تیخ سے دریائے خون بھاؤں پانی سے اہلِ نار کے قلب و جگر جلاوں  
گردوں کو گرد برد کروں خاک میں ملاوں چاہوں تو بے زبان کو کلمہِ ابھی پڑھاؤں  
منکر کہے کہ بات میں قرآن کی شان ہے  
بٹ بول اُٹھئے حسین خدا کی زبان ہے

اسلام اپنے حال کا شاہد ہے یا نہیں قرآن وقارِ آل کا شاہد ہے یا نہیں  
مر میں جلال کا شاہد ہے یا نہیں کچھ بدر بھی کمال کا شاہد ہے یا نہیں  
اس دلوں سے قتل کیا اہل غدر کو  
خالق نے دو ہلاں دئے شاو پدر کو

اسلام سرفراز، علیؑ کے سب سے ہے تقدیمیت بے نیاز، علیؑ کے سب سے ہے  
وہیں ہر جاڑ، علیؑ کے سب سے ہے یہ روزہ و نماز، علیؑ کے سب سے ہے  
تم کو تمیز آگئی انسان ہو گئے  
جنی علیؑ کے دم سے مسلمان ہو گئے

جس پر خدا رسولؐ کا سایا ہے وہ علیؑ روح امیں کو جس نے پڑھایا ہے وہ علیؑ  
سردے کے جس نے دین بچایا ہے وہ علیؑ من یُنہری جس کی شان میں آیا ہے وہ علیؑ  
کیونکر نہ مشتری کو محبت کا جوش ہو  
یوسف سے وہ عزیز ہے جو سرفروش ہو

رعٰ علیؑ نے سب کے دلوں پر اڑ کیا دیکھو خدا کے گھر سے ہتوں کو بدر کیا  
قلعے اکھاڑ کر دلِ احمدؐ میں گھر کیا جو سخت معركہ ہوا حیدرؐ نے سر کیا  
سب فوج و دشتِ رمل میں یہ رب کو مدد گئی  
جس وقت بوتاب گئے خاک اڑ گئی

آفاق میں رواج شریعت علیؑ سے ہے ایماں کی زیب و زین کی زینت، علیؑ سے ہے  
قرآن کی بھی یہ شان یہ صورت، علیؑ سے ہے کعبہ کا یہ وقار یہ خرمت، علیؑ سے ہے  
عالم میں سب یہ جلوہ نمائی علیؑ کی ہے  
بندے خدا کے ہیں پر خدائی علیؑ کی ہے

اک روز اک شریر جناکار دے بے جیا مجھ میں پہل مگر میں شیطان کا پیشوا  
اک گزر توں کر سوئے شیر خدا بڑھا اللہ رے زور قوت بازوے مصطفیٰ

آہن کو موں کر کے ٹکونہ دکھادیا

لغت کا طوق کر کے گلے میں پہنا دیا

۱۷

گو سور تھا پہ شیر خدا سے دل گیا طوق گراں کے بار سے نقشہ بدل گیا  
سیف وغا، اقب تھا مگر دم نکل گیا شامت بھی نہ رہی تھی کہ اوسیف پھل گیا

ہر چند مخوب سی ہر اک آٹھا ہوا

لیکن کسی سے طوق کا عقدہ نہ وا ہوا

۱۸

پھر اس کے دوست خدمت شیر خدا میں لائے مفرور پاؤں پر بھی گرا انٹک بھی بھائے  
شیر خدا بھی شوم کے رونے پہ مکرانے وہ سیف تھا، کمال کے جوہ رأسے دکھائے

آنگلی ہلا کے طوق گلے سے بجا کیا

مشکل کشا نے عقدہ لا حل کو وا کیا

۱۹

حق گو سکوت میں ہیں کہ اللہ کیا کہیں خیر کشا، کر خلق کے مشکل کشا کہیں  
ہم وہ بشر نہیں ہیں کہ حق کے سوا کہیں ہم عین حق کہیں گے نصیری خدا کہیں

پر ہاں جو ان کا نام وہی کبریا کا نام

بعد نبی یہ فرد ہیں آگے خدا کا نام

۲۰

جو حق کے ہاتھ خلق کے والی ہیں وہ علیٰ خالق کے دوست، جن کے موالي ہیں وہ علیٰ  
جو ماہ ہو کے عیب سے خالی ہیں وہ علیٰ جو دو جہاں سے برتر و عالی ہیں وہ علیٰ

کل انیا سے آپ کے رتے جلیل ہیں

گویا زبان صدقی جناب غلیل ہیں

حق گو بھی نفس ناطقہ مصطفاً بھی ہیں گویا زبانِ خالق ارش و سما بھی ہیں  
عالم کے رہنا بھی ہیں مجر نما بھی ہیں مشکل کے وقت لوگوں کے مشکل کشا بھی ہیں

برحق کہے بحق کہے یا مستحق کہے

ناحق کی بحث کیا وہی حق ہے جو حق کہے

۲۲

تقویٰ بھی زہد و علم بھی صبر و رضا بھی ہے ٹھنڈ و کرم بھی عدل بھی زور خدا بھی ہے  
طینت میں خیر حضرت خیر الورثی بھی ہے پر اک شرف رسول خدا سے سوا بھی ہے

ہر چند ان کو دولتِ دُنیا و دین ملی

زوجہ مگر رسول کو ایسی نہیں ملی

۲۳

مکہ کے آفتابِ مدینے کے ماہ ہیں ان کے فقیرِ مت دو عالم کے شاہ ہیں  
کونیں کی پناہ شہ دین پناہ ہیں جو آپ کے سخن، وہ کلامِ اللہ ہیں

قرآن کا ذکر رازِ نجی کھولنے لگا

خود آپ کی زبان میں خدا یوں لگا

۲۴

قائم مقامِ فارجِ خیرِ حسین ہے حیدر ولی رب تھے تو صدرِ حسین ہے  
جس میں کہ نو گھر ہیں وہ کوثرِ حسین ہے دریائے مجرماتِ خیرِ حسین ہے

اسلام کو بھا ہے اسی دل ملوں سے

یعنی رسول مجھ سے ہیں اور میں رسول سے

۲۵

یہ ذکر تھا کہ خیرِ تم بار بار آئے قہر آگیا غضب میں شہرِ نامدار آئے  
لکھر پر صورتِ غضب کر دگار آئے تو سن کا شور تھا شہرِ نسل سوار آئے

رہوار کی جھپٹ سے خجل شیر ہو گیا

شمیرِ حیدری کا بھی دل شیر ہو گیا

کامی سے تھی نکلی کہ بھلی صحاب سے یا دست حق پرست یادالله، حجاب سے  
یا حکم رب حمدیت رسالت مأب سے یا آئیہ جہاد خدا کی کتاب سے  
یوں دین کے رواج کو نکلی میان سے  
جیسے علیؑ کی مدح نبیؐ کی زبان سے

۲۷

گیسوئے شب سے چہرہ حور سحر کھلا گھونگھٹ اٹھا تو روئے عرویٰ ظفر گھلا  
کوئین پر جلال شہ بحر و بر گھلا کامی کا منہ گھلا کہ جہنم کا در گھلا  
تھی دو دم نہ قبضہ شاو زماں میں تھی  
گنجی ستر کی دستِ قسمِ جہاں میں تھی

۲۸

وہ نرہہ ہرید نیستان کرbla وہ زلزلہ وہ جنیش میدان کرbla  
دریا کا پاٹ تھا کہ وہ دامان کرbla جن کہہ رہے تھے واہ سلیمان کرbla  
گھوڑے کے کائے نہ کس کے رہ گئے  
چیزوئی کی طرح مورچے وس وس کے رہ گئے

۲۹

تھی دو دم چلی کہ قیامت سرسوں پر تھی قدموں پر لوٹنے تھے یہ آفت سرسوں پر تھی  
ڈھالوں پر تھی بلا تو مصیبت سرسوں پر تھی شامی گریز پا تھے کہ شامت سرسوں پر تھی  
دل قلب ہو گئے تھے جگر بے قرار تھے  
یہ خوف تھا کہ دم بھی عدم کو فرار تھے

۳۰

دفترِ آٹ دیا وہ سرشتے اڑا دئے ماتھوں سے قمتوں کے نوشته اڑاوے  
اس نے قرابتوں کے بھی رشتے اڑاوے کاندھوں پر رُخ کیا تو فرشتے اڑاوے  
گرچہ یقین ہوا تھا کہ شہپر دوتا ہوئے  
پر نئے گئے کہ ضرب سے پہلے ہوا ہوئے

جل ہعن کے فوجِ قلم و جنا خاک میں ملی ہر سو یہ خاک اُڑی کہ ہوا خاک میں ملی  
گویا بساطِ ارض و سما خاک میں ملی غل تھا کہ کائناتِ خدا خاک میں ملی  
زندوں پہ یہ عتاب یہ آفتِ عذاب کی  
یا بوتاب تخت نے منی خراب کی

۳۲

الله ری آن بان زہے شانِ تخت تیز خونخوارِ سر شگاف، جگر سوز، شعلہ ریز  
خوزیریز، حشر خیز، زبان تیز، خوش سیز، ممکن کہیں گریز، نہ آرام بے گریز  
الله کا عذاب کہ شہ کی سیز تھی  
لکھر کے شاعروں کو بھی فلکِ گریز تھی

۳۳

وہ یک قلم سپاہ لعین کے نشان قلم نشی کے لب شگاف، تو گویا زبان قلم  
تیزوں کے پر اڑے ہوئے، شاخ کماں قلم نیزوں کا بند بند گشادہ، نشان قلم  
اے بزمِ بن کہ ختم سپاہ شریر ہے  
صلوات پڑھ کہ حملہ اول اخیر ہے

۳۴

شہبازِ تیر دشت سے پر جوڑ کر اڑے زاغی کماں بھی کھیت سے منہ موڑ کر اڑے  
مرغانِ روح رفعیہ جان، توڑ کر اڑے ناری ستر کی سمت، بدن چھوڑ کر اڑے  
یہ حال تھا کہ کوئی نہ ملتا تھا رونے کو  
صرف ان کے جسم رہ گئے پامال ہونے کو

۳۵

جیرت سے منہ کو کھول کے سو فارہ گئے سو میں تو بیس بیس میں دو چار رہ گئے  
بجا گا کوئی تو تول کے تکوار رہ گئے فزار سب ہوا ہوئے کزار رہ گئے  
قبضے کو مثلی دستِ خدا چونے لگے  
انگرائی لی درود پڑھا جھومنے لگے

ناگہہ عمر نے فوج کو پھر غیر تیں دلائیں پھر رو سیہ پھرے کہ گھٹائیں امتنڈ کے آئیں  
پھر پھر کے بے نمازوں نے فوراً صافیں بچائیں تنخی امام آئی تو پھر گرد نیں جھکائیں

سرکش کے پائے قبلہ عالم پر نجح کے

شیطان تمام سجدہ آدم پر نجح کے

۳۷

تکوار درمیاں تھی تو لشکرِ ادھر ادھر لاشے تو قلب فوج میں تھے سرِ ادھر ادھر  
آفت جو چیز و پس تھی تو محشرِ ادھر ادھر قدسی بھی سیر دیکھتے تھے پر ادھر ادھر

منہ پر چڑھے یہ دم کے سوا کس میں تاب تھی

اک باڑھ بڑھ چلی تھی وہی آب آب تھی

۳۸

رُخ پر چلی تو زیست کا نقشہ مٹا دیا منہ میں زبان پھرائی تو گویا مٹا دیا  
یاں بات میں زبان کا نقشہ مٹا دیا واں لوح پر نصیب کا لکھا مٹا دیا

کیوں موت خوش نہ ہوتی کہ محفوظ تھی وہی

اک لوح فج گئی تھی کہ محفوظ تھی وہی

۳۹

تنخی علیٰ کے ذر سے نہ کیوں اُسیں وجہاں چھپیں جب طاریں عرش کے بھی مرغی جاں چھپیں  
تکوارِ دم کے ساتھ ہے شامی جہاں چھپیں غل ہے کہیں اماں نہیں بھی کہاں چھپیں

اس تنخی پر نگاہِ خداۓ قادر ہے

غائب ہوں کس طرح کہ یہ روشن ضیر ہے

۴۰

تن کی رگوں میں پیدا گئی خون میں تر گئی یہ کر کری ہوئی کہ ہر اک تنخی کر گئی  
اس سمت صور پھونک کے اُس سمت گر گئی گویا قیامت آکے زمانے سے پھر گئی

قدسی نہ مضطرب تھے کہ بے خودا جل نہ تھی

فردائے حشر کو بھی کسی جا پر کل نہ تھی

منہ میں زبان گلے میں صدا کو بھی دو کیا اہل خطا کے تیر دعا کو بھی دو کیا  
اس بست نے مشرکوں کے خدا کو بھی دو کیا اور وہ کا ذکر کیا کہ قضا کو بھی دو کیا  
پھر تو شریر اور بھی ناکام ہو گئے  
دو گلڑے ہو کے موت کے دونام ہو گئے

۳۲

ششیر بے نظیر فرس لا جواب ہے وہ عرش سیر ہے تو یہ گروہوں رکاب ہے  
ششیر صاعقه ہے تو یہ بھی سحاب ہے جلوے میں وہ ہلال تو یہ آفتاب ہے  
زخ سے ظہور قدرتی رپت و دود ہو  
اندھیاری رات میں جو گھلے دن تمود ہو

۳۳

یوں شہ کا راہوار چلا رزم گاہ میں جیسے علیٰ کا دست کرم حق کی راہ میں  
سو بار سیر عرش کرے اک نگاہ میں پیک نگاہ پھر بھی ملے عین راہ میں  
یوں جلد عرش پر فرس یکہ تاز جائے  
جیسے قبولیت پہ نبی کی نماز جائے

۳۴

کلکی کی آب و تاب، ہبہ خاوری کی طرح وہ وقت جنگ کھیت میں جمنا، جری کی طرح  
وہ خوبیاں خرام میں، گلکب دری کی طرح وہ سائے سے جھجک کے بھی اڑنا، پری کی طرح  
غل تھا کہ بے قرار ہر اک جوڑ بند ہے  
سیماں سے بنا ہے کہ نفرہ سمند ہے

۳۵

بندھنے میں یہ خیال ہے، گھلنے میں ول کاراز پھرنے میں چشم شوخ، تو چلنے میں تیر ناز  
بھڑکے تو نارعش جو پھڑکے تو عشق باز آنے میں حکم جانے میں ہے پیک بے نیاز  
یوں عرش کبریا سے پلٹ کر شتاب آئے  
جیسے نبی کے ذہن میں رمز کتاب آئے

تھی عذاب و تہر کر نعل سند تھا لکھر میں الحفظ کا نعرہ بلند تھا  
پہلے بھی گرچہ خوف سے دم سب کا بند تھا پر حملہ دوم میں حالم دو چند تھا  
ناری دفور خوف سے مستور ہو گئے  
جل جل کے ٹھیج تھی سے کافور ہو گئے

۲۷

پھر شاہ رزم گاہ سے سوئے حرم گئے یہودیوں کے دیکھنے کو بہ درد و الم گئے  
دو جن برهنه سر سوئے بیڑا حلم گئے زعفر کی بارگاہ میں با چشم نم گئے  
آواز دی کہ عترت اطہار لٹ گئی  
زعفر ترے حضور کی سرکار لٹ گئی

۲۸

گھبرا کے بادشاہ پھاڑا یہ کیا کہا جلدی مجھے بتاؤ خدارا یہ کیا کہا  
تاپ فغاں نہ ضبط کا یارا یہ کیا کہا کس نے نبی کی آل کو مارا یہ کیا کہا  
حیدر کے فونہال بہادر ہیں نیک ہیں  
غنچے بھی اُس چمن کے ہزاروں میں ایک ہیں

۲۹

وہ بولے ہائے سب گل ترخوں میں بھر گئے غنچے بھی اُس چمن کے جہاں سے گزر گئے  
اہن حسن بھی بیاہ کے دن کوچ کر گئے بینے بھی بھانجے بھی بیچجے بھی مر گئے  
فردوس کو روایا ہوئے منہ موڑ موڑ کے  
سب چل بے حسین کو جنگل میں چھوڑ کے

۵۰

یہ میں کے غم سے زعفر جن شیم جاں ہوا صدمے سے روئے زعفر جن زعفران ہوا  
مولہ کے حالی زار پر محبو فغاں ہوا تختہ ہوا پر سوئے ملیماں روایا ہوا  
پہنچا تو قتل گہر میں شہ خاص و عام تھے  
اک قادر غریب سے محبو کلام تھے

وہ بیکس و مول و پریشان و بے نوا مولا سے کہہ رہا ہے کہ اے بندہ خدا  
اتنا مجھے بتادے پئے شاہ لافتی یہ لکھر حسین ہے یا لکھر جنا  
زحمت آنھا کے آیا ہوں دل پاش پاش ہے  
حیدر کے نور عین کی مجھ کو تلاش ہے ۵۲

ملہ میں یہ سُنی تھی خبر میں نے معتبر مہماں ہے کربلا میں یہاں اللہ کا پر  
مولہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اے مرد خوش سیر تو کیوں حزین ہے اپنی مصیبت بیان کر  
شاید وطن کو چھوڑ کے آفت میں پڑ گیا  
بیٹا جواں تھھا ہے کہ بھائی بچھڑ گیا ۵۳

اس فصل میں یہ رنج یہ تکلیف یہ تعب فہرست کی تلاش کا آخر کوئی سب  
اک آو سرد بھر کے وہ یولا بصد ادب اک دفتر مریض کا قاصد ہوں اے عرب  
حضرت یہ ہے کہ جلد پڑتالہ کا پاؤں میں  
اکبر کے ہم رکاب مدینے کو جاؤں میں ۵۴

آنکھوں میں اٹک بھر کے شدیں نے یہ کہا آے مری مریض کے قاصد قریب آ  
تو حسن حسین ہے اے بندہ خدا بیمار خستہ حال کا نامہ مجھے دکھا  
میں ہی علیٰ و فاطمہ کا نور عین ہوں  
وہ خط مری مریض کا ہے میں حسین ہوں ۵۵

جب نامہ برلنے سبط تجہیر سے یہ عنا فوراً ادب سے وہ پئے تسلیم تھک گیا  
حضرت نے اس غریب سے بیٹی کا خط لیا اہل حرم میں جا کے یہ مظلوم نے کہا  
بانو حماری نور نظر کا خط آیا ہے  
اکبر کو فاطمہ نے وطن میں بلایا ہے

پیار نے لکھا ہے کہ اے قبلہ انام یہ نامہ اخیر ہے، یہ آخری سلام  
 اب زندگی دبال ہے آب و غذا حرام ملنے کی آس ٹوٹ گئی کام ہے تمام  
 چھوڑا نہ ہوگا یوں کسی بیٹی کو باپ نے  
 سنتی ہوں واں زمین خریدی ہے آپ نے

۵۷

چھوٹی بہن کو لکھا ہے اے میری گلزار ہمچوں ملوں ہیں ہمیشہ بے قرار  
 ہر وقت انتشار ہے ہر وقت انتظار ببا سے کہہ کے مجھ کو بلا لو بہن ڈار  
 بیٹی نہیں کہیز امام زمان تو ہوں  
 اچھی ہوں یا بُری ہوں تمہاری بہن تو ہوں

۵۸

ایتی بڑی پھوپھی کو لکھا ہے کہ اہاں جاں ہے ہے تھیں بھی یاد نہ آئی یہ ناتواں  
 اس غمزدہ کو بھول گئیں جا کے تم وہاں بی بی تمہارے بھائی کا غالق ٹاہباں  
 رہتی ہوں رات دن میں عجب اضطراب میں  
 پیاسا شہر انام کو دیکھا ہے خواب میں

۵۹

اکبر کو یہ لکھا ہے کہ ہم فکل مصطفیٰ تم صادق و کریم ہو تم صاحب وفا  
 کس بات پر ملوں ہو کس بات پر خفا کہنا یہ عمود جاں سے پے شاہ قل گئی  
 امید زندگی نہیں اس غم نصیب کو  
 ببا سے کہہ کے جلد بلا لو غریب کو

۶۰

تم کو لکھا ہے غالق اکبر کا واسطہ میرا حسن کا اور میری مادر کا واسطہ  
 حیدر کا اور جناب پیغمبر کا واسطہ ان سب کے بعد پھر علی اصغر کا واسطہ  
 مطلب یہ ہے شمیمہ پیغمبر کو بھیج دو  
 میں ہاتھ جوڑتی ہوں کہ اکبر کو بھیج دو

یہ سن کے الی بیت میں محشر پا ہوا شاہ بہا محل سے پھرے مائل بنا  
پہنچ قریب میت ہم ہلکی مصطفی آواز دی کہ اے علیٰ اکبر پدر ندا  
انخو تمہاری پیاری بین کا خط آیا ہے  
جاو تھیں مدینے میں اُس نے بلا یا ہے ۶۲

پھر ہر ہمید ظلم کی میت کے پاس آئے جو جو پیام درج تھے خط میں وہ سب نائے  
پھر آؤ سرد کھنچ کے فرمایا ہائے بے کس جواب لکھنے کو اس دم کے بلاۓ  
جون خط کے لکھنے والے تھے وہ ہم سے ٹھپٹ گئے  
افسوں اس دیار میں ہم آکے لٹ گئے ۶۳

پھر تیر اک تراش کے شہ نے قلم کیا خون بدن بجائے سیاہی بھم کیا  
اُس خون سے مریض کو پھر یہ رقم کیا غربت میں ہم پر چڑھنے بے حد تسم کیا  
سب کتبے والے پیاسے جہاں سے گزر گئے  
کس کو بلائق ہو علیٰ اکبر تو مر گئے ۶۴

یہ کہہ کے لاکھ ضبط کیا پر نہ ہوسکا خود بے کسی پہ اپنی شہ دیں نے رو دیا  
ناگہہ ندا یہ آئی کہ روچی لک الفدا ندوی کو کیوں نہ یاد کیا یا شہ نہدا  
ہوش و حواس اُڑتے سپاہ شریر کے  
کچھ کم نہیں غلام جناب امیر کے ۶۵

شہ نے کہا ٹوکون ہے اے بندة اللہ بے کس کو کچھ نظر نہیں آتا خدا گواہ  
اُس نے کہا کہ زعفر جن ہے یہ خیر خواہ اذنِ جہاد دیجئے یا شاہ دیں پناہ  
بکل گراؤں فرقہ بدعت شعار پر  
بر سے فلک سے آگ کا مینہ الہ نار پر

فرمایا ہاں تو زعفر عالی وقار ہے میں خوب جانتا ہوں میرا جاں نثار ہے  
اس جر پر بھی مجھ کو بڑا اختیار ہے پر صبر ہی میں مصلحت کر دگار ہے  
بھائی ابھی ستم کی سزا یہ نہ پائیں گے  
یہ اہل نار آج میرا گھر جائیں گے ۶۷

خیمه سے ناگہاں یہ ندا آئی بار بار ہے ہے یہ کون لوگ ہیں بھتنا بھن نثار  
یہ پیدلوں کے غول سواروں کی یہ قطار یہ ساکنان شام ہیں یا اہل زکبار  
ساری خدائی پھر گئی یارب دھائی ہے  
ہے ہے یہ فوج آپ سے لڑنے کو آئی ہے ۶۸

فرمایا شاہ نے مرے یاور کی فوج ہے روڈ نہ تم یہ جیرو حیدر کی فوج ہے  
یہ دوست دار سلطنتی ہبیر کی فوج ہے زینب نہ مضطرب ہو یہ زعفر کی فوج ہے  
نصرت کی آرزو نہیں اس غم نصیب کو  
مذہ نظر ہے وعدہ وفائی غریب کو ۶۹

زعفر نے عرض کی کہ غلام آپ کے نثار پہنچا دے اہل بیٹوں کو بیڑب میں خاکسار  
بولے تھکا کے سر یہ ہر آسمان وقار راضی ہوں میں اُسی میں جو مرہی کر دگار  
قصت میں تو یہ ہے کہ جہاں کی نظر پھرے  
بھائی کا سر قلم ہو بہن ننگے سر پھرے ۷۰

اُس نے کہا کہ آپ تھک میرے پاس ہے فرمایا اب نہ بھوک ہے ہم کونہ بیاس ہے  
پیاسوں کی یاد میں دل ٹھیکیں اُداس ہے مہمان کوئی دم کے ہیں جینے سے یاس ہے  
زعفر نے دی قسم جو ہر قلعہ گیر کی  
شہ نے کہا لحد پہ چھڑک دے صغیر کی

اُس نے کہا کہ قائمِ مغضط کا واسطہ عزمِ جہاد کچھے اکبر کا واسطہ پھر ذوالفقار کچھے حیدر کا واسطہ یہ عرض تو قبول ہو اصغر کا واسطہ

حضرت کے زیرِ حکم زمیں آسمان ہیں

جن بھی تو جان لیں کہ یہ حیدر کی جان ہیں

۷۲

یہ ٹن کے نامہ بر سے کہا اے وفا شعار صغا کونا مددے کے یہاں میرے دوست دار کہہ دینا سب زبانی بھی بے کس کا حال زار یہ سنتے ہیں دن کو پھرا وہ شتر سوار

پھر سوئے دشت بادشہ بے نظیر آئے

پھر دھومِ حجّ گئی کہ جناب امیر آئے

۷۳

پھر افسران فوج نے بڑھ کر پرے جائے پھر آسمان لرزنے لگا وہ ڈل بجائے پھر شیر سے چھپت کے صفوں پر حسین آئے ہر بال پر بنا دیا اس طرح سر آزادے

احمد کی شان شوکت بابِ علومِ تھی

دونوں جہاں میں تیرے حملے کی دھومِ تھی

۷۴

پھر تو نہ جاتیں نہ جارت دلوں میں تھی آنکھوں میں شوکیاں نہ شرارت دلوں میں تھی زر کی ہوس نہ حرمی امارت دلوں میں تھی سینوں میں سوزشیں تو حرارت دلوں میں تھی

پھر اہلِ کمیں جلے کہ دلوں میں بخار تھا

پھر فی قلوبہم مرض، آفکار تھا

۷۵

وہ ناز وہ کرہہ صاصام کج ادا طاز خیرہ چشمِ گلِ اندامِ دربا موتی کی آب برق کی ضو چاند کی خیا وہ سر پر شمعِ تیغ وہ گھوڑے چراغ پا

یوں سر پر تھی وہ شمع کنول چیسے جہاڑ پر

موئی پکارے آگ وہ چمکی پہاڑ پر

سکھنے میں آہ تھی تو وہ چلنے میں ذکرِ خیر سر پر دبائ جان پ آفت، ہوا پ طیر  
جلنے میں ٹھیج طور جلانے میں رہکِ غیر پھرنے میں بختِ خیر جری جوش میں زہیر  
سیدھی چلی تو خضر جھلی تو حبیب تھی  
حق سے یہ قرب تھا کہ وہ فتح "قرب تھی" ۷۷

دیکھو ذرا کرہہ تینی خوش آب کو بجلی پ تپ چڑھے عرق آئے ساحاب کو  
دورانِ سر کا غم، فلک بے حجاب کو لقہ ہلال کو یہ قان آفتاب کو  
دیکھا جو لال کو تو نہ تکمینِ دل ہوئی  
ہر اک طبیب نے کہا پتھر کو سل ہوئی ۷۸

سورج پکارا، تپ سے جگر بے قرار ہے گروں کا شور تھا کہ مجھے بھی بخار ہے  
اچھا مزاج تینی شہ نامدار ہے صفر سے اختلاط ہے سودے سے پیار ہے  
دیکھے مریض کو تو مرض منہ کو موڑ جائے  
تپ کو یہ لرزہ آئے کہ دق ہو کے چھوڑ جائے ۷۹

دم لے کے بھی نہ صاف نہ راضی یہ تھی ہے پیک قضا کبھی کبھی قاضی یہ تھی ہے  
اعداء سے جان کی مقاضی یہ تھی ہے آرائشِ ریاضی ریاضی یہ تھی ہے  
سردار بد حواس محاسب اُداس تھے  
دس پانچ کو جو ضرب لگائی پچاس تھے ۸۰

کوئین اک پری کے عمل میں خدا کی شان یا سر پہ یا عدو کی بغل میں خدا کی شان  
یہ مجراتِ جنگ و جدل میں خدا کی شان دوزخ کی آنج ٹھڈ کے پھل میں خدا کی شان  
ہر پھل میں مجراتِ رسول امام تھے  
گر صورتی بشر بھی وہ پاتے امام تھے

جو شعر وصفِ تھی میں تحریر ہو گیا مصروع بھی لفظ کے لئے شمشیر ہو گیا  
خود سلسلہ حروف کو زنجیر ہو گیا ہر دائرہ کمان، الف تیر ہو گیا  
خوفِ خامش سے ہر اک رُکن گھٹ گیا  
خود قافیہ رویف سے ڈر کر پٹ گیا

۸۲

شکلِ تصویرِ نظری آنکھ سے نہاں سر میں کبھی خیال کبھی ذہن میں گماں  
مثلِ تصورات بدینکن، کبھی عیاں گہہ جنس و نوع میں صفتِ فصل درمیاں  
کہتی تھی خود اجل نہ قضیہ کو طول ہو  
ٹھکلیں یہ مٹ چکیں تو نتیجہ حصول ہو

۸۳

چلتی تھی حکمِ حق پر رسولِ ام کی طرح ہرناب صاف تھی رو ملک عدم کی طرح  
جو ہر عیاں تھے غنچہ باغِ ارم کی طرح بالوں سے منہ چھپائے تھی گویا حرم کی طرح  
تلکلید بھرت شہ گروں رواق تھی  
کہتا تھا ختم کہ شرم و حیا میں وہ طاق تھی

۸۴

دعویٰ شایے آیہ جوہر پر ہے بڑا یوں جوہری کا ذہن نہ تفسیر میں لا  
انگشتی لفم پر میں نے وہ ڈر جزا جو گوشِ حور فکر میں اب تک نہیں پڑا  
کھٹی ماں نو میں ستارے سوار ہیں  
یا سر نوہت مہر کے خط آشکار ہیں

۸۵

تموار ہے کہ ربہر ملک عدم ہے یہ اُستادِ حرب بانیِ ظلم و ستم ہے یہ  
سر کاٹ کر لہو نہیں چلتی کرم ہے یہ کچھ سوچتی ہے قتل کی بابت جو خم ہے یہ  
یا ہے یہ فکر لاشوں سے پائے زمین کو  
یا اس لئے جگلی ہے کہ کائے زمین کو

طفوں تھا سر بھی پیر رہے تھے جباب دار کشی بنی ہوئی تھی ہر اک تھی آبدار  
ناری تھے ایک دار میں بحر نما سے پار دار بنا تک بھی گئی تھی لہو کی دھار  
خنچے اُسی کا رنگ دکھاتے ہیں آج تک  
ذینما میں شرخ پوش گل آتے ہیں آج تک

۸۷

ہشیر مرضا کا جو پھل جلوہ گر ہوا گردوں پہ بے فروغ چدائی قمر ہوا  
آب دم حام کا ایسا اثر ہوا سورج قریب شام چدائی سحر ہوا  
پانی سے بھر گیا جو ایاغ آفتاب کا  
اک رات بھی جلانہ چدائی آفتاب کا

۸۸

یوں اس کے آگے مرٹ گئی ہر تیرہ دل کی ڈھال جیسے بیاض صبح سے ہو رات کا زوال  
یوں کٹ گئی ہر آنکھ میں پتلی دم جمال عاشق کی پیشہ شوق میں جیسے وہ وصال  
درد فراقی دوست پئے جائکنی ہوئی  
نکلی دلوں سے خون تمنا بنی ہوئی

۸۹

تموار تھی کہ صاعقه قبر کبریا بے دم ہوئے حام شردم سے اشقا  
تحرا رہا تھا میر قلک دیکھ کر غیا رن میں چمک کے تھے نے انہیں کر دیا  
واقف پھلوں کے حال سے جدت پسند ہیں  
دو انگلیاں یہ دوست خدا کی بلند ہیں

۹۰

جس صاف پہ یہ حام چلی وہ فنا ہوئی دم بھرنہ فتح اس مہربانو سے جدا ہوئی  
جس سب سے ولادت خیرِ انسا ہوئی پیدا اُسی سے تھی شہ لافتی ہوئی  
الفت نہ کیوں ہو راحیت جان بتوں سے  
رشته ہے اس حام کا آل رسول سے

تکوار ہے کہ مہر کے پنجہ میں ہے ہال خاہر ہے سب پر اس مہر نو نے کیا کمال  
گردوں پر داغدار ہے مہر نبیل کی ڈھال ثابت ہے کاسنے سرخورشید میں ہے بال

پر فلک کے ول میں ہے ناسور آج تک

ہنگامِ صح ملتا ہے کافور آج تک

۹۲

الله ری جعلی شیر شعلہ ور شامی پکارے مشرق نصرت کی ہے حر  
یا آئینہ لئے ہوئے ہے لیلی ظفر نابوں کو دیکھ کر متھر تھے اہل شر

جاری تھا یہ زبان سپاہ ضلال پر

تیر شعاع ہیں یہ کمان ہال پر

۹۳

گردوں بھی گرد برد ہوا تھا دم نبرد سرکا قدم کسی کا نہ اٹھا سوائے گرد  
تحا مثل آفتاب عطارد کا رنگ زرد مفت خیط لکھت تھی لکھر کی فرد فرد

آپ رواں ہے دوش پر الیائی کی طرح

پہلو نشین شاہ تھی عباس کی طرح

۹۴

بر سے جو آسمان سے سر صورتِ ٹکر چکل کہکشاں میں نہ شاخیں رہیں نہ برگ  
اُس کی ہوا تھی فوج کی راحت کا ساز و برگ سوئے عدو کے پاؤں تو جاگے نصیب مرگ

اعدائے بوڑاپ کا خاکہ اڑاگنی

مر بھی گئے تو گور کی مانند کھا گئی

۹۵

خُن خضر نثار تھا اسی سچ تھی سچ ٹپ برات سے بڑھ کر صبع تھی  
سرخم خدا کی راہ میں مثل ذیع تھی افلاک تک پہنچنے میں ذہن سچ تھی

تجیزی میں برق تھی تو چک میں سہیل تھی

نہبھری تو موج تھی جو رواں تھی تو سیل تھی

کھویا بقا کو فوج میں ہستی کو راہ میں پیکر میں جان کو فہم کو ذہن سپاہ میں  
اور اک کو خرد میں بصر کو نگاہ میں آنکھوں میں تار اشک کو حضرت کوآہ میں  
طزار اس کی طرح کوئی شعلہ خونیں  
ہے شعع گو کہ چب زبان گنگو نہیں ۹۷

تشیعہ دیں جو برق سے برقی سماں تھیں ملک موت کا اگر ہو تو ہرگز قضاۓ تھی  
پھر کون سی بلا تھیں جو قبر خدا نہ تھیں مل کرتی تھی چرا غی حیات اور ہوا نہ تھی  
بات اس میں جو تھی اس کے نالے ہی ڈھنگ تھے  
انسان کا ذکر کیا ملک الموت دلگ تھے ۹۸

پھر اور کچھ بڑھے جو امامِ فلق وقار بھاگڑ پڑی کہ پس گئے گر گر کے ناکار  
ایک شور تھا کہ خوف سے جانیں ہیں بے قرار یا شاہ روک لجھے حیدر کی ذوالقدر  
دے کر ڈھائی والی تو وہ گمراہِ قسم گئے  
یاں تین روک کر ٹھیڑے ذی جاہِ قسم گئے ۹۹

کی عرض حق سے ہاتھ اٹھا کر بصد ادب مشاق تیرے قرب کا ہے اب یہ تشدیں  
مہماں بلا کے در پیے ایذا ہوئے جو سب تکوار کھینچی میان سے سط نیما نے تب  
ممکن ذرا سا آب نہ بھر وضو ہوا  
پیاسا مرے لہو کا ہر اک کینہ جو ہوا ۱۰۰

سچے جو سب کہ اب نہ لیں گے ٹھیڑے پکڑ کے بڑھے بانی جا  
تیروں سے جسم بے کس و مظلوم تھن گیا برچھی لگی جگر پ تو سر پر تبر لگا  
رُکنے لگا جو سینے میں دم جھومنے لگے  
شہدیز پر امامِ اُم جھومنے لگے

گھرے ہیں ماہ دیں کو بد اختر ہزار حیف تیروں کا مینہ برستا ہے شہ پر ہزار حیف  
وہ تن وہ زخم نیزہ و خبر ہزار حیف شہ نجع میں ہیں گرو ملکر ہزار حیف  
سب زخم کر رہے ہیں محمد کے لال کو  
ہے کون جو بچائے شہ خوش خصال کو

۱۰۲

فریاد ہے امام غریب ہاں پہ یہ جنا سردار انبیا کے دل و جاں پہ یہ جنا  
محار کار غائبہ بیزدال پہ یہ جنا دنیا کے شاہ دین کے سلطان پہ یہ جنا  
سید کو بے دیار کو کیا جانتے نہ تھے  
نانا کو اس غریب کے کیا مانتے نہ تھے

۱۰۳

اُنہوں میں کیا کسی نے نہ شہ کا بنا تھا نام کیا یہ نہ جانتے تھے مسافر ہے اور امام  
کیا یہ خبر نہ تھی کہ یہ مہماں ہے تشد کام جد مصطفیٰ ہے باپ علیٰ شاہِ خاص و عام  
عالم کا تاجدار ہے گتی پناہ ہے  
خاتون حشر کا سبی نور نگاہ ہے

۱۰۴

کیا یہ کہا نہ تھا کہ جہاں کا ہوں پیشوں میں ہوں حسین تشنہ دہن شاہ کر بلا  
امت ہو جس کی اُس کی میں گودی کا ہوں پلا فریاد ہے یہ قلم کسی پر نہیں ہوا  
اس غم میں جان جسم سے جائے تو خوب ہے  
منہ سے کلیجہ اب نکل آئے تو خوب ہے

۱۰۵

اے یادگار حیدر صدر ترے ثار اے شہسوار دوش چیبیر ترے ثار  
اے دل فگار و نیکس و مضر ترے ثار اے مجتبی کے پیارے برادر ترے ثار  
دوسیں کو قتل گاہ میں کیا تجوہ پہ بن گئی  
سید، قبا رسول کی تیروں سے چھن گئی

سید، چلیں ترے تن اطہر پر برچیاں سید، ترا لھو ہوا ہر ذم سے رواں  
سید، ترے دہن سے نکل آئی تھی زبان سید، ترے گلے پر لگا تیر جان ستان

سید، تجھے نہ پانی پلایا غصب کیا

سید، تجھے شہید جنا بے سب کیا

۱۰۷

سید، شہید ہو گئے سب تیرے اقربا سید، ترپ کے مر گئے ہم وکل مصطفی  
سید، ترا صیر پر دا مصیتا گردن پر تیر کھا کے جہاں سے گزر گیا

تجھ سے بچھڑ کے پھر نہ وہ تشنہ دہن ملا

دشت ستم کی خاک کا اُس کو کفن ملا

۱۰۸

ہاں الہ بزم اب یہ دم شور دشمن ہے تیغوں کے نیچے فاطمہ کا نور عین ہے  
بے تاب روچ فاتح بدر دشمن ہے یہ وہ حسین بادشہ مشرقین ہے

آدم سے جو بزرگ وقار و شرف میں ہے

جس کے پدر کی قبر مبارک نجف میں ہے

۱۰۹

تبا غریب ظلم شاروں میں کیا کرے تن کا لھو تو بہہ گیا کیونکر وغا کرے  
جو چاہے اُس غریب پر جو رو جفا کرے قسم نہ بے کسی میں کبھی بدلہ کرے

اعداء کے ہر طرف سے ہیں ریلے حسین پر

لاکھوں کا ہے ہجوم اکیلے حسین پر

۱۱۰

ہے کربلا میں حشر پا پا دا مصیتا طاقت نہیں ہے شہ میں ذرا دا مصیتا  
ہے بیبوں میں شور بکا دا مصیتا گرتے ہیں اب امام ہدا دا مصیتا

ہتا ہے عرش پاک زمیں تحریراتی ہے

زہرا کے پیٹے کی صدا صاف آتی ہے